© rasailojaraid.com

زمینداری اور جاگیرداری کا تاریخی پس منظر

از

(جناب مولوی محمد تقی الدین صاحب شیخوی دبارہ بنکی)

(۲)

زمانۂ خلافت کے قطائع | ذیل میں چند ان لوگوں کے نام درج کئے جاتے ہیں جن کو رسول اللہؐ اور خلفاء راشدین نے قطائع دئے تھے۔

(۱) رسول اللہؐ نے ابوبکرؓ و عمرؓ کو قطعہ دیا تھا (الخراج لابی یوسف)

(۲) حضرت علقمہؓ کو حضرموت میں ایک زمین دی تھی (ترمذی)

(۳) حضرت زبیرؓ کو زمین کا ایک بڑا حصہ دیا تھا (الخراج لابی یوسف)

(۴) حضرت بلالؓ بن حارث کو "وادی عقیق" عطا کیا تھا (الاموال)

(۵) فرات بن حیان عجلیؓ کو "یمامہ" میں ایک زمین دی تھی (الاموال)

(۶) یمامہ کے بعض دوسرے لوگوں کو بھی بنجر زمین دی تھی ״

(۷) عبداللہ بن مسعودؓ کو مدینہ میں مکان دئے تھے (مشکوٰۃ)

(۸) ابو رافع کے خاندان کو بنجر زمین کا ایک بڑا حصہ دیا تھا (الخراج لابی یوسف)

(۹) انصار میں سے ایک شخص سلیطؓ نامی کو زمین دی تھی (الاموال)

(۱۰) عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو زمین دی تھی (مسند امام احمد)

بنجر زمین کو قابل کاشت بنانے کے لئے رسول اللہؐ نے عام اعلان کر دیا تھا کہ زمین اللہ کی ہے اور انسان اللہ کے بندے ہیں جو شخص بھی بنجر زمین کو زیر کاشت لا سکتا ہے لائے وہ زمین اسی کی ملک ہو گی (نصب الرایہ و الخراج لابی یوسف)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رسول اللہ کے بعد خلفاء راشدین نے بھی اس سلسلہ کو قایم رکھا اور متعدد صحابہ مثلاً سعد بن وقاصؓ عبداللہ بن مسعودؓ۔ نافعؓ۔ حبابؓ۔ زبیرؓ۔ اسامہ بن زیدؓ۔ عمار بن یاسرؓ۔ سعد بن مالکؓ وغیرہ کو قطائع دئے۔ اور عام اعلان کر دیا کہ جو شخص بھی بنجر زمین کو آباد کرے گا وہ اس کی ہو جائے گی (بخاری والاموال والخراجین)

زمانہ خلافت میں اس طرح بہت سی بنجر زمینیں لوگوں کے استعمال میں آگئی تھیں اس سلسلہ میں مزید سہولتوں کا پتہ حسب ذیل تصریحات سے چلتا ہے

حضرت عمرؓ نے بصرہ کے گورنر ابوموسیٰ اشعریؓ کو "قطائع" کے بارے میں جو فرمان لکھا تھا اس کی دفعات یہ ہیں

(۱) "قطائع" دینے میں کسی کا نقصان نہ ہو

(۲) خراجی زمین نہ ہو (جو بالعموم کاشتکاروں کی ملکیت ہوتی تھی)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے گورنر کے نام یہ فرمان لکھا تھا۔

"جو جتنی خالصہ (سرکاری) آراضی ہیں لوگوں میں تقسیم کر دو اور پیداوار کی حیثیت کے مطابق خلافت کو جتنا بھی وہ ٹیکس ادا کریں اس کو منظور کر لو۔ اگر زمین زیادہ خراب ہے تو مفت دے دو۔ اور اگر آباد کاری کے لئے کوئی شخص نہ تیار ہو تو سرکاری خزانہ کے اخراجات سے کاشت کراؤ (مگر زمین خالی نہ رہنے دو)"[1]

تاریخ کے طلباء پر یہ بات واضح ہے کہ جن بزرگوں کے نام قطائع کے سلسلہ میں درج کئے گئے ہیں وہ سب خدمت خلق کے لئے وقف تھے۔ ان کے علاوہ اہل قطائع کاشتکار ہوتے جو خود کاشت کر کے خود بھی منتفع ہوتے اور سرکاری ٹیکس کی ادائیگی کے ذریعہ مفاد عامہ کی بھی خدمت کرتے تھے۔

تاریخ خلافت میں ایک نظیر بھی اس کے خلاف نہیں پیش کی جا سکتی کہ قطعات کسی کے پاس عیش و آرام کے سامان بنے ہوں۔ چنانچہ قاضی ابو یوسف زمانہ خلافت کے تمام قطائع کے متعلق یہ کلیہ بیان کرتے ہیں۔

---

[1] الخراج لیحیی ص ۳۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بہت سی روایتیں اس بات کے ثبوت کے لئے موجود ہیں کہ رسول اللہؐ اور آپ کے بعد خلفاء نے لوگوں کو قطائع دیئے تھے، رسول اللہؐ نے تالیفِ قلوب کے لئے اور آراضی کو قابل کاشت بنانے کے لئے قطائع دیئے تھے۔ ایسے ہی خلفاء نے جن لوگوں کو قطائع دیئے وہ وہی لوگ تھے جن کا اسلام میں کوئی فائدہ تھا اور وہ قیام امن وامان پر مامور تھے۔ رسول اللہؐ اور خلفاء نے اسی میں ملک وقوم کی بہتری سمجھی تھی اگر یہ بات نہ ہوتی تو کسی کو کسی کا حق دینے کا سوال ہی نہ تھا۔[1]

الغرض قطائع ان لوگوں کو اس لئے نہ دیئے گئے تھے کہ اس کے ذریعہ وہ عیش وآرام کر سکیں بلکہ یہ قطعات ان کو معاش کی فکر سے آزاد کر کے خدمتِ خلق کے لئے وقف ہو جانے کا سامان کر دیتے تھے

خلیفہ کے اختیارات | حکومتِ الٰہی میں زمین وجائداد ذاتی وقار اور اقتدار بڑھانے کے لئے نہ ہوتی تھی بلکہ عام مفاد اور خدمتِ خلق کا ذریعہ سمجھی جاتی تھی جب تک مفادِ خلق کی خدمت ہوتی رہتی خلافت کو کوئی دخل دینے کی ضرورت نہ تھی اگر اس کی خلاف ورزی ہوتی تو خلافت ہر قانون اور ہر تصرف کی مجاز تھی۔

قوم بجیلہ سے "قطائع" واپس لے لینا اور بلال بن حارثؓ مزنی کے قبضہ سے غیر آباد آراضی نکال لینا اور اس قسم کے جتنے واقعات اوپر مذکور ہو چکے ہیں اسی حقیقت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔

اور اسی بنا پر حضرت عمرؓ نے ایک موقع پر فرمایا تھا

لنا رقاب الارض[2] . زمینیں دراصل ہماری (خلافت کی) ہیں

اور حضرت علیؓ نے ایک شخص کے اسلام قبول کرنے کے بعد فرمایا تھا۔

ان ارضك فلنا[3] بے شک تیری زمین ہماری (خلافت کی) ہے

انھیں تصریحات کے پیشِ نظر ابوبکر جصاصؒ کہتے ہیں۔

ہر وہ زمین جس کی آبادکاری سے لوگ عاجز ہیں اور حقوقِ عامہ پامال ہوں تو اس کے انتظام کے بارے میں خلافت کو پورا اختیار رہے[4]۔

اور قاضی ابو یوسف کہتے ہیں

---

[1] الخراج ص۶۲ [2] الاموال ص۲۷۵ [3] احکام القرآن جز ۳ ص۵۳۲ [4] کتاب الاموال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ولا یخرج من یدہ من ذلک شیئاً	اہل قطائع کو خلیفہ (بلا وجہ) بے دخل نہ کرے
الا بحق یجب لہ علیہ فیاخذہ بذلک الذی وجب لہ[1]	ہاں اگر حقوق واجبہ کی ادائگی نہ ہورہی ہو تو بے دخل کرنے کا پورا اختیار ہے

قاضی صاحب کا یہ جملہ "الا بحق یجب لہ علیہ" قابل غور ہے اپنے عموم مفہوم کی بناء پر حقوق عامہ کے ہر جائز حق اور خلیفہ کے ہر جائز تصرف کو شامل ہے

امام ابو حنیفہ کے مندرجہ ذیل الفاظ سے اس کی مزید تائید ہوتی ہے

ان نواحی دار الاسلام تحت ید امام المسلمین[2]	دار الاسلام کے جملہ اطراف خلیفۃ المسلمین کے زیر اقتدار ہوتے ہیں

علامہ عینی ایک موقع پر کہتے ہیں

ان حکم الاراضی الی الامام[3]	دراصل زمین کا معاملہ خلیفہ کے سپرد ہے

اسی لئے خلیفہ کو مفادِ عامہ کے پیش نظر موقوفہ آراضی میں بھی واقف کی مقرر کردہ شرطوں کی مخالفت جائز ہے۔ چنانچہ آراضیِ موقوفہ کی بحث میں فقہ کی یہ تصریح ہے

لان اصلہا لبیت المال[4]	اس لئے کہ زمینیں حقیقۃً بیت المال (حکومت) کی ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ حکومتِ الٰہی میں زمین جائداد پر کسی کے قبضہ ہونے کا صرف یہ مطلب تھا کہ قابض کو بحیثیت امین اس کے استعمال کا حق حاصل ہو۔ یہ امانت اس کے قبضہ میں اسی وقت تک باقی رکھی جاتی جب تک وہ خلق اللہ کے مفاد میں خلافت کا ہاتھ بٹا سکتا اور ایسی فضا پیدا کرنے میں مددگار بنتا جو مخلوق کی خوشحالی اور ترقی کی ضامن ہو۔ جب اس کی خلاف ورزی ہوتی اور امانت میں خیانت کا اندیشہ ہوتا تو خلیفہ بلا پس و پیش اسے آراضی سے بے دخل کر دیتا یا جو بہتر صورت مناسب ہوتی عمل میں لاتا تھا۔

---

[1] الخراج صفحہ ۶۰ [2] مبسوط ج ۱۰ صفحہ ۱۵ اسلام کے معاشی نظریے [3] عینی ج ۶ صفحہ ۲۹۰ [4] در المختار ج ۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خلیفہ کے اس اقدام میں نہ حقوقِ ملکیت کا "گورکھ دھندا" حائل ہوتا اور نہ جذباتی چیزیں رکاوٹ بن سکتی تھیں چونکہ خلافت کے لئے ہر شخص کے ذاتی مفاد کا خیال رکھنا بھی ناگزیر تھا اس لئے ہر تصرف اور ہر فیصلہ میں اس کا بھی لحاظ رکھا جاتا تھا۔

صاحب زمین کے اختیارات زمانہ خلافت میں صاحب زمین کو مندرجہ ذیل اختیارات حاصل تھے

وقف وقف کا دستور قرنِ اول میں بکثرت پایا جاتا ہے اسلام میں سب سے پہلے واقف حضرت عمرؓ نے اپنا خیبر کا حصہ جو فوجیوں میں تقسیم کے وقت آپ کو ملا تھا فی سبیل اللہ وقف کر دیا تھا[1]۔

حضرت طلحہؓ نے اپنا محبوب ترین باغ اللہ کی راہ میں وقف کر دیا تھا[2]۔

حضرت علیؓ نے مصر میں زمین اور مکان وقف کیا حضرت عمرو بن العاصؓ نے مکہ اور مدینہ کے مکانات وقف کئے حضرت سعدؓ نے ایک مکان مدینہ میں اور ایک مکان مصر میں وقف کیا حضرت ارقمؓ نے اپنا وہ مکان وقف کر دیا جس میں رسول اللہ نے قیام فرمایا تھا حضرت ابوبکرؓ اور حضرت زبیرؓ بن العوام نے اپنے مکہ کے مکان وقف کئے۔ فاروق اعظم نے مکہ میں مروہ کے پاس کا مکان وقف کیا ان کے علاوہ بکثرت اوقاف متعدد احادیث سے ثابت ہیں[3]۔

ایک شخص نے اپنی ماں کے انتقال کے بعد ایک باغ صدقہ کر دیا تھا[4]

عینی شارح بخاری کہتے ہیں

وقف اور صدقہ دونوں قریب المعنی اور دونوں کا ایک حکم ہے[5]

وقف کی صحت کے بعد واقف کو مالکانہ تصرف کا حق نہ رہتا بلکہ اس کا پورا انتظام خلافت کے ذمہ ہو جاتا تھا

رسول اللہ نے موقوفہ زمین کے متعلق فرمایا

لاتباع ولا توھب ولا تورث[6] نہ بیچی جائے نہ ہبہ کی جائے نہ وراثت جاری ہو

چونکہ آراضی کا اصل تعلق خلیفہ اور بیت المال سے ہوتا تھا اس لئے خلافت کو عام مفاد

---

[1] بخاری و مسلم [2] بخاری کتاب التفسیر [3] نصب الرایہ [4] عینی ج ۲ ص ۱۵ [5] حوالہ بالا [6] بخاری و مسلم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے پیش نظر واقف کی مقرر کردہ شرطوں کی مخالفت کا بھی حق حاصل تھا۔

اس بارے میں فقہ کی یہ تصریح ہے

ان السلطان یجوز لہ مخالفۃ الشرط اذا کان غالب جہات الوقف قریٰ ومزارع فیعمل بامرہ وان غایر شرط الواقف لان اصلہا لبیت المال[1]

جب وقف کی اکثر جہات گاؤں اور مزروعہ زمین ہو تو خلیفہ کا حکم نافذ العمل ہوگا اگرچہ واقف کی شرائط کے خلاف ہو کیونکہ گاؤں اور زمینیں دراصل بیت المال کی ہیں۔

ہبہ | جائداد غیر منقولہ زمین۔ مکانات۔ باغات کا ہبہ قانوناً صحیح مانا جاتا تھا کلام عرب میں اس کے ہبہ کے لئے کئی لفظ مستعمل تھے مثلاً

عمریٰ | قرآن کریم میں اس کا مادہ یہ ہے

واستعمرکم فیہا[2] اللہ نے تم کو زمین میں بسایا

محدثین وفقہا کے اقوال اور اہل زبان کے محاورہ سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ عمریٰ کے معنی "زمین۔ باغ۔ مکان کسی کو پوری زندگی کے لئے دے دینا" کے ہوتے تھے

زمانۂ خلافت میں اس قسم کے عطیات عموماً تین طرح دئے جاتے تھے۔

(۱) زمین یا مکان رہنے اور کاشتکاری کے لئے کسی کو دے دیا اور یہ بات بھی صاف کردی کہ تو اس کا مالک ہے اور تیرے بعد تیرے ورثہ مالک ہوں گے۔

(۲) صرف اتنا کہا کہ یہ تجھ کو دیتا ہوں مرنے کے بعد کا کچھ ذکر نہ کیا

(۳) دیتے وقت یہ شرط کرلی کہ تیرے مرنے کے بعد میری طرف یا میرے ورثہ کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

ان تینوں صورتوں میں موہوب لہ (جس کو دی گئی ہے) موہوبہ شے کا مالک ہوجاتا اور

---

[1] درالمختار ج ۱ [2] ملاحظہ ہو احکام القرآن ج ۳ ص ۲۰۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثہ کی طرف منتقل ہو جاتی" دینے والے کا کوئی حق نہ رہ جاتا تھا

چنانچہ اس بارے میں رسول اللہ کا فرمان یہ ہے

"عمریٰ اس شخص کی ملک ہے جس کو دیا گیا پھر اس کے بعد اس کے ورثہ پر منتقل ہو جائے گا"[1]

عام طور پر لوگ دیتے وقت واپسی کی شرط کر لیا کرتے رسول اللہ نے شرط کو باطل قرار دیا اور اصل ہبہ کو جائز رکھا تھا[2]

بعض حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ معاملات میں شرطوں کے مطابق فیصلہ ہونا چاہیے اور عمریٰ میں شرط باطل قرار دی جاتی تھی اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حدیثوں میں وہی شرطیں مراد تھیں جن کے جواز میں نص صریح ہو یا کم از کم شارع کے اقوال و افعال سے اس کی تردید نہ ہوتی ہو رہ گئیں وہ شرطیں جو اصولاً لغو اور باطل ہوتیں یا باہمی نزاع اور فساد پر مبنی ہوتیں تو ان کے جواز کی یا باقی رکھنے کی کوئی گنجائش نہ تھی جیسا کہ بعض روایتوں میں اس کی تصریح بھی موجود ہے[3]

جن بعض حدیثوں میں اس قسم کے عطایا سے ممانعت آئی ہے اس کی دو وجہ ہیں۔

(۱) عام طور سے انھیں شرائط کے ساتھ عطیہ دئے جاتے جو جاہلیت میں رائج تھے[4] اور وہ عموماً باہمی نزاع اور فساد پر مبنی ہوتیں۔

(۲) رسول اللہ بحیثیت خلیفہ اس قسم کے تصرفات سے محض اس بنا پر روک دیتے کہ آپ کو لوگوں کی ضرورتوں کا علم تھا ابتداءً کسی شئے کا دے دینا آسان ہوتا ہے بعد میں اس کا خمیازہ بھگتنا مشکل ہوتا ہے۔

چنانچہ علینی کہتے ہیں

رسول اللہ کو اصل مالکوں کی ضرورت اور صبر نہ کر سکنے کا علم تھا اس بنا پر آپ نے منع فرما دیا تھا[5]

اور علامہ نووی کہتے ہیں۔

اس ممانعت سے رسول اللہ کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو صحیح حقیقت حال سے آگاہ کر دیں کہ اس قسم کے عطایا

---

[1] بخاری و مسلم وغیرہ [2] مسلم ج۲ باب العمریٰ ... ص۳ و احکام القرآن ج۳ ص۲۰۳ [3] ملاحظہ ہو شرح معانی الآثار اور نووی شرح مسلم ج۲ ص ... [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلامی اصول کے مطابق تمہاری ملکیت سے نکل جائیں گے اس لئے جو کچھ کرو سوچ سمجھ کر کرو اب ایسا نہ ہو گا کہ دینے کے بعد پھر واپس لے لو جیسے پہلے کیا کرتے تھے[1]۔

حاصل یہ ہے کہ زمانہ خلافت میں عمریٰ اسی وقت قابلِ تسلیم تھا جب کہ دینے والے کے حالات اس کی اجازت دیتے ہوں ورنہ خلافت کو روک دینے کا حق حاصل تھا۔

رقبیٰ | رقبیٰ کی ایک یہ صورت منقول ہے کہ

کوئی شخص کسی سے کہتا کہ میں نے اپنا گھر یا زمین تجھ کو دے دیا اگر میں پہلے مروں گا تو تیرے پاس رہے گا اور تو مرے گا تو میرا ہو جائے گا[2]۔

اس صورت میں تملیک مرنے کے بعد پر معلق رہتی تھی۔

رقبیٰ کی ایک صورت یہ بیان کی جاتی ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے کہ

میں نے تجھ کو مالک بنا دیا اس شرط پر کہ اگر تو پہلے مرے تو میری طرف واپس آئے گا اور میں پہلے مروں تو ترے ہی پاس رہے گا[3]۔

اس صورت میں انتظار رجوع اور عدمِ رجوع کے متعلق ہوتا تھا اور تملیک فی الحال ہو جاتی تھی۔

رقبیٰ کے حکم کے بارے میں امام نسائی نے ابن عباس سے موقوفاً یہ روایت نقل کی ہے

العمریٰ والرقبیٰ سواء[4] — عمریٰ اور رقبیٰ دونوں برابر ہیں

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ کے زمانہ میں رقبیٰ کی جو صورت رائج تھی وہ عمریٰ سے زیادہ مختلف نہ تھی اسی لئے دونوں کا یکساں حکم بیان کیا گیا۔ اگر ایک میں فی الحال تملیک پائی جاتی اور دوسرے میں معلق رہتی تو یکسانیت کا کوئی مطلب نہیں رہ جاتا۔

کیونکہ لغوی اعتبار سے عمریٰ کے معنیٰ آباد کرنا اور رقبیٰ کے معنیٰ انتظار کرنے کے ہیں اسی لئے محققین کے نزدیک رقبیٰ کی دوسری تعریف صحیح سمجھی جاتی ہے اور زمانہ خلافت میں رقبیٰ کی جو صورت رائج تھی اس کا حکم عمریٰ جیسا بیان کیا جاتا ہے۔

---

[1] نووی ج ۲ ص ۳۵ [2] عینی ج ۶ ص ۳۰۹ [3] المعتصر از فیض الباری للعلامہ انور رحمہ [4] عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۰۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس باب میں ممانعت کی حدیثوں کا وہی جواب ہے جو عمریٰ میں مذکور ہو چکا ہے اور ائمہ قانون کے اختلاف کی شکل علمی اور حقیقی نہیں ہے بلکہ عرف اور رواج کی بناء پر ہے۔

یعنی جس صورت میں فی الحال تملیک نہ پائی جائے بالاتفاق ناجائز ہے اور جس میں فی الحال تملیک پائی جاتی ہو اس کو سب ائمہ جائز کہتے ہیں[1]

منحۃ | رسول اللہ نے فرمایا

"من کانت لہ ارض فلیزرعھا او یمنحھا اخاہ[2]" — جس کے پاس زمین ہو خود کاشت کرے یا اپنے بھائی کو مفت دے دے

ابن بطال کہتے ہیں

"منحۃ" جس میں منافع کا مالک بنایا جائے ذات کا نہیں[3]

نوویؒ کہتے ہیں

"منحۃ" عاریۃ ہے[4]

انور شاہؒ کہتے ہیں

"کسی کو انتفاع کے لئے مفت زمین دے دینا"[5]

منجد میں ہے

"المنحۃ العطیۃ۔

ان تمام تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام عرب میں ایسے موقع پر منحۃ کے معنی کسی کو کاشت کے لئے مفت زمین دے دینے کے ہوتے تھے۔

زمانہ خلافت میں امداد باہمی کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ کاشت کے لئے مفت زمین دے دی جاتی کاشتکار اپنے اخراجات سے کاشت کرتا اور پوری پیداوار اسی کی ہوتی۔

---

[1] حاشیہ شرح وقایہ وکنز الدقائق وتقریر ترمذی للشیخ الہند وفیض الباری ج۳ وعمدۃ القاری ج۶ ص۲۰۱ [2] مسلم ابوداؤد وغیرہ

[3] عینی ج۶ ص۲۱۶ [4] نووی ج۲ ص۱۲ [5] فیض الباری ج۳ ص۲۹۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس قسم کی زمین کا حکم یہ تھا کہ کاشتکار جب اس سے مستغنی ہو جاتا یا جتنی مدت کے لئے زمین دی گئی ہے وہ مدت ختم ہو جاتی تو زمین اصل مالکوں کے حوالے کی جاتی تھی۔

رسول اللہ نے کھجور کا پھلدار درخت اس سے مستغنی ہو جانے کے بعد ام انس کو واپس کر دیا تھا اور مہاجرین نے انصار کے بہت سے عطایا واپس کر دئے تھے[1]۔

حق شفعہ | شفعہ دراصل ایک حق ہے جو جائداد غیر منقولہ کی بیع کے وقت شریک کو اگر وہ نہ ہوتا تو پڑوسی کو پہنچتا تھا۔

اس بارے میں رسول اللہ کا یہ فرمان ہے۔

"شریک بہ نسبت پڑوسی کے زیادہ حقدار ہے اور پڑوسی بہ نسبت غیر کے زیادہ مستحق ہے[2]۔"

دوسرے موقع پر آپ نے فرمایا

"شریک زیادہ حقدار ہے اگر شریک نہ ہو تو پھر پڑوسی[3]"

حکومت الٰہی میں اس حق کا یہاں تک لحاظ کیا گیا تھا کہ شریک کی موجودگی میں بغیر اس کو اطلاع دئے اور اگر شریک نہ ہو تو پڑوسی کو اطلاع دئے بغیر بیچنا جائز نہ تھا۔

چنانچہ رسول اللہ نے فرمایا

"بغیر شریک کی اطلاع دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا حلال نہیں شریک چاہے تو لے لے ورنہ چھوڑ دے اگر اطلاع دئے بغیر فروخت کر دیا تو شریک کو اختیار ہے کہ بیع فسخ کر کے خود خرید لے[4]۔"

پڑوسی کے متعلق آپ نے فرمایا

"پڑوسی زیادہ حقدار ہے اگر موجود نہ ہو تو اس کا انتظار کیا جائے[5]"

حق وراثت | صاحب زمین کے انتقال کے بعد اس کی جائداد منقولہ و غیر منقولہ حسب دستور شریعت اس کے ورثہ میں تقسیم کر دی جاتی تھی۔ اس قانون وراثت کے ذریعہ ایک شخص کے پاس اتنی زیادہ زمین نہ رہنے

---

[1] عینی ج ۲ ص ۳۱۶ [2] مصنف عبد الرزاق از نصب الرایہ و عینی [3] مصنف ابن ابی شیبہ از نصب الرایہ [4] مسلم و دار قطنی فی القضاء [5] نصب الرایہ ص ۲۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باقی جو دوسرے کی حق تلفی کی باعث نبے یا دوسروں کی محنت سے خود عیشی کے سامان پیدا ہو سکیں کیونکہ اسلامی قانون کے مطابق جائداد صرف بڑے بیٹے ہی کو نہیں ملتی بلکہ سب بیٹوں اور بیٹیوں اور بیوی میں تقسیم ہوتی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ	مردوں کے لئے حصہ ہے جو ماں باپ اور دوسرے
وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ	رشتہ دار چھوڑ جائیں عورتوں کے لئے بھی حصہ ہے
مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ	جو ماں باپ اور دوسرے رشتہ دار چھوڑ جائیں خواہ
مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ [۴]	ترکہ چھوٹا ہو یا بڑا

چونکہ ایسی صورت میں اس بات کا امکان تھا کہ ترکہ میں زمین تقسیم ہوتے ہوتے گزوں اور انچوں تک نوبت پہنچ جائے اور بہت سی وہ چیزیں تقسیم کرنی پڑیں جن کے تقسیم ہونے کے بعد پھر ان سے انتفاع کی شکل باقی نہ رہے مثلاً گھر وغیرہ تو اس کے لئے وقف علی الاولاد کی شکل نکالی گئی تھی جس سے صرف اس کا منافع تقسیم ہوتا اور شی اپنی جگہ پر بدستور قائم رہتی تھی اور قانونِ شفعہ مقرر کیا گیا تھا جس کے ذریعہ پڑوسی اور شریک کو دوسروں کے مقابلہ میں ترجیح حاصل ہوتی تھی۔

بیع و شراء | زمانۂ خلافت میں متعدد صحابہ سے زمین کی خرید و فروخت ثابت ہے۔ ابو رافعؓ صحابی نے رسول اللہ کے دئے ہوئے قطائع فروخت کر دئے تھے[۱]۔ عبداللہ بن مسعود۔ عتبہ بن فرقد۔ حسنؓ حسینؓ خباب بن ارت وغیرہ نے خراجی زمینیں خریدی تھیں[۲]۔

اسی بنا پر صاحب ہدایہ کہتے ہیں۔

وقد صح ان الصحابة اشتروا اراضی الخراج [۳]	یہ بات صحت کو پہنچ چکی ہے کہ صحابہ کرام نے خراجی زمینیں خریدی تھیں۔

رہ گئے وہ اقوال و آثار جن سے بظاہر خراجی زمین خریدنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ عموماً فاتح قومیں مفتوحین کے ساتھ سہر من ملامین ظلم و زیادتی کیا کرتی ہیں۔ اسلام نے اس

---

[۱] الخراج لابی یوسف ص[illegible] [۲] الخراج یحیی [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معاملہ میں یہاں تک احتیاط برتی کہ محض احتمال کی بناء پر اس جائز حق کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا اور اعلان کر دیا کہ خراجی زمینیں خریدنا مناسب نہیں ہے البتہ جہاں اس کا اندیشہ نہیں تھا مفتوحین کی آزادی رائے کو برقرار رکھنے کے لئے خرید وفروخت کی اجازت تھی۔ جیسا کہ متعدد صحابیوں کا خریدنا مذکور ہو چکا ہے۔

الغرض زمانۂ خلافت میں صاحب زمین کو اپنی زمین پر پورے اختیارات حاصل تھے تاکہ ہر شخص آزادانہ روزی کما کر اپنی ضمیر کا استقلال باقی رکھ سکے۔

ایک شبہ کا دفعیہ | ممکن ہے بعض حضرات کو ان اقوال سے شبہ ہو جن سے بظاہر صاحب زمین کے اختیارات نہیں ثابت ہوتے ہیں مثلاً یہ روایت ہے کہ

"عتبہ بن فرقد نے فرات کے کنارے کچھ زمین خریدی حضرت عمرؓ کو جب اس کا پتہ چلا تو "عتبہ" سے پوچھا کہ یہ زمین تم نے کس سے خریدی ہے" کہا" زمین والوں سے عمرؓ نے مہاجرین اور انصار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ زمین والے تو یہ لوگ ہیں کیا ان سے خریدی ہے عرض کیا "نہیں" فرمایا جس سے خریدی ہے واپس کر کے اس کی قیمت لے لو[1]

اور جیسا کہ حضرت علیؓ نے عراق کے ایک پرانے باشندے سے اسلام قبول کرنے کے بعد فرمایا تھا کہ تری زمین خراجی ہی رہے گی کیونکہ ہماری ہے "اما ارضك فلنا"[2]

حقیقت یہ ہے کہ عتبہ بن فرقد کا واقعہ زیادہ صحیح سند کے ساتھ اس کے خلاف منقول ہے چنانچہ "زیلعی" نے بیہقی کے حوالہ سے جو روایت نقل کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

قال لعمر انی اشتریت ارضا من	عتبہؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ میں نے سواد میں ایک
ارض السواد فقال عمر انت فیها	زمین خریدی ہے آپ نے فرمایا کہ خراج کے معاملہ میں
مثل صاحبها	تم سابق صاحب زمین جیسے ہو (وہ ادا کرتا تھا تم بھی ادا کرو)

ان دونوں روایتوں میں عتبہؓ سے روایت کرنے والے شعبی ہیں جن کا نام عامر ہے اور شعبی سے

---

[1] الاموال ص۷۴ [2] حوالہ بالا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

روایت کرنے والے پہلی روایت میں "بکیر" ہیں جو شعبی کے صاحبزادہ ہیں اور جن کی کنیت ابو اسماعیل ہے دوسری روایت میں شعبی سے روایت کرنے والے مجالد بن سعید ہیں اصول روایت کے لحاظ سے بکیر ضعیف اور مجالد قوی ہے[1] اس لئے پہلی روایت دوسری کے مقابلہ میں قابل اعتبار نہ ہوگی۔

رہ گئی حضرت علیؓ کی مذکورہ روایت تو اس کی تشریح و توضیح ذیل کی روایت سے ہوتی ہے۔

ایک دھقانی (زمیندار) نے اسلام قبول کیا حضرت علیؓ نے اس سے فرمایا کہ اگر تم اپنی زمین پر قایم رہو گے تو حفاظت کا معاوضہ (جزیہ) ہٹا دیں گے اور اس کا بدل زمین سے وصول کریں گے اور اگر زمین چھوڑ دو گے تو اس کے ہم زیادہ حقدار ہیں۔

بعینہ امیرؓ کے الفاظ یہ ہیں

وان تحولت عنھا فنحن احق بھا[2] اگر تو نے زمین چھوڑ دی تو اس کے ہم زیادہ حقدار ہیں

ابو بکر حصاصؒ ان الفاظ کی یہ تشریح کرتے ہیں کہ

اگر تم زمین کی آبادکاری سے عاجز ہو گئے تو ہم آباد کرائیں گے تاکہ حقوق عامہ جو زمین سے متعلق ہیں پامال نہ ہوں

پھر آگے چل کر کہتے ہیں

یہ قانون مفتوحین ہی کی زمین کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ وہ تمام زمینیں جن کی آبادکاری سے لوگ عاجز رہیں ان کا انتظام و بندوبست خلیفہ کے ذمہ ہے[3]

حاصل یہ ہے کہ مذکورہ اقوال سے یہ بات نہیں ثابت ہوتی کہ آراضی مفتوحہ میں اصل باشندوں کو اور اہل قطائع کو تصرفات میں آزادی حاصل نہ تھی بشرطیکہ وہ تصرفات اجتماعی مفاد کے خلاف نہ ہوتے ورنہ خلافت کو روک دینے کا حق حاصل تھا۔

نیز اسلامی جنگوں میں مفتوحہ زمین کے باشندے غلام نہ قرار دئے جاتے تھے کیونکہ اسلام تو غلامی کا طوق گردن سے اتار پھینکنے کے لئے آیا ہے نہ کہ اس کو قایم رکھنے اور رواج دینے کے لئے یہ دوسری بات ہے کہ بعض سیاسی و معاشی حالات کی مجبوری کی وجہ سے ابتداءً ممانعت کا قانون نہ نافذ کر سکا اور

---

[1] حاشیہ کتاب الخراج یحیی صفحہ ۵۸ [2] احکام القرآن للجصاص ج ۳ صفحہ ۵۳۲ [3] حوالہ بالا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بتدریج اس کے ختم کرنے کی راہیں نکالیں [1]

جب اسلامی قبضہ کے بعد مفتوحین اپنی فطری حریت پر باقی رہتے تو آراضی اور ان کی تمام اشیاء پر فطری آزادی برقرار رہنی لازمی تھی تاکہ ہر لحاظ سے مصئون و مامون ہو کر خوشحالی و فارغ البالی کی زندگی بسر کر سکیں اور اسلام ہر طرح سے ان کے لئے رحمت ثابت ہو۔

اصل بات یہ ہے کہ ساری زمینیں حقیقۃً اللہ کی ملک ہوتیں اور خلافت کے انتظام و نگرانی میں رہتی تھیں کاشتکار و صاحب زمین کی حیثیت محض امین کی ہوتی تھی۔

جب تک مقصد (خلق اللہ کا عام مفاد) پورا ہوتا رہتا نہ خلافت کو بے دخل کرنے کی ضرورت پڑتی اور نہ تصرفات کو محدود کرنے کی حاجت ہوتی اور جب یہ مقصد پامال ہونے لگتا یا حقوق عامہ جو زمین سے متعلق ہیں ان کے فوت ہونے کا اندیشہ ہوتا تو بلا تخصیص و ترجیح فاتح و مفتوح مسلم و غیر مسلم صاحب زمین کو بے دخل کر دینے یا اس کے تصرفات کو محدود کرنے کا پورا اختیار ہوتا تھا۔

---

[1] ابو بکر حصاصؒ نے احکام القرآن جلد ثالث میں اصل باشندوں کے اختیارات اور اہل سواد کے غلام نہ ہونے پر نہایت محققانہ بحث کی ہے جس کے مطالعہ کے بعد پھر کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی ۱۲

غلامانِ اسلام

اسّی کے قریب ان صحابہ، تابعین، تبع تابعین، فقہا اور محدثین اور ارباب کشف و کرامات اور اصحاب علم و ادب کے سوانح حیات اور کمالات و فضائل بڑی تحقیق و تدقیق سے جمع کئے گئے ہیں جنہوں نے غلام یا آزاد کردہ غلام ہونے کے باوجود ملت کی عظیم انشان خدمتیں انجام دیں جنہیں اسلامی سوسائٹی کے ہر دور میں عظمت و اقتدار کا فلک الافلاک سمجھا گیا اور جن کے علمی، مذہبی، تاریخی اور سماجی کارنامے اس قدر شاندار اور اس قدر روشن ہیں کہ ان کی غلامی پر آزادی کو رشک کرنے کا حق ہے اور بجا ہے، یہ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ایسی محققانہ دلچسپ اور معلومات سے بھرپور کتاب اس موضوع پر اب تک کسی زبان میں شائع نہیں ہوئی اس کے مطالعہ سے غلامانِ اسلام کے حیرت انگیز اور شاندار کارناموں کا نقشہ آنکھوں میں سما جاتا ہے [illegible] قیمت پانچ روپے آٹھ آنے مجلد سے

© rasailojaraid.com